شذرات

ایک مرتبہ میرے شیخ علامہ عبیداللہ سندھی نے فرمایا: اب ہم مذہب اور اقتصادیات کے متعلق اپنا نظریہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) ہم قرآن حکیم کی تشریح موجود تہذیب کے عام نظریات سے کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ وہ ہماری عام قومی ذہنیت کے قریب آجائے اور ہم اسے اپنا سکیں، یعنی قرآن کی تشریح ان ہی نظریات کے اندر ہونی چاہیئے۔

(۲) اس تشریح کو صحیح طریقہ سے مقرر کرنے کے لئے ہم نے ایک پروگرام واضح کرلیا ہے شاہ صاحب کی حکمت سے ادھر وہ انسانیت کے عام نقطہ نگاہ سے بات کو مشخص بناتے ہیں اس فلسفہ کے تثبت سے برصغیر میں اسلامی تاریخ اور تعلیم کا نچوڑ محفوظ کرلیا۔ اس فلسفے کی تشریح میں یورپین اصول استعمال کرتے ہیں۔ ہم اسلام سے منحرف نہیں ہوسکتے بلکہ ہم یورپ کے لئے ایک راستہ گھڑ دیں گے کہ یورپ کو ہمارے انٹرنیشنل ازم میں داخل ہونے کی مجبوری پیدا ہو جائے۔

یورپ کو مجبور کرنے سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ شاہ صاحب کے فلسفے کے توسط سے برصغیر کو اسلام میں ہضم کرلیا جائے اگر ہم اس میں کامیاب ہوگئے تو یورپ ہماری اطاعت پر مجبور ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اسلامی قومیں جو یورپی گروپ میں شامل ہو رہی ہیں وہ اپنا فلسفہ ہونے کی وجہ سے اس میں داخل ہو رہی ہیں اور جب ہم اپنے فلسفے

کو فروغ اور تقویت دے لیں گے تو اس کے اثر سے اسلامی اقوام اور ان کے اثر سے یورپ بھی اس ہمارے انٹرنیشنلزم میں داخل ہوگا۔

حضرت شیخ کا یہ پروگرام چونکہ وطن کی آزادی سے پہلے کا تھا لہذا آپ نے جو کچھ سوچا تھا اس دور کے حالات کے مطابق سوچا تھا، اس لئے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا اس پروگرام کی تکمیل میں ہم مسلمانان ہند کے علاوہ دو قوموں سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں ایک ہندو اور دوسرا انگریز، کسی اور قوم سے کسی قسم کا استفادہ کرنے کو اس تحریک کی موت سمجھتے ہیں۔

دوسری مسلمان قوموں میں ایک قسم کی نخوت پیدا ہو چکی ہے جس کی وجہ سے ہم برصغیر کے مسلمانوں کے ساتھ ملنے کو تیار نہیں ہیں۔ اور اگر ہم ان سے استفادہ کرنے کا خیال کریں تو ان کی یہ نخوت اور ترقی پذیر ہوتی ہے، اور جب ہم ان سے علیحدہ ہو جائیں گے تو انہیں اپنے آپ کو سنبھالنے کی فکر ہوتی ہے۔

مثلاً یوروپین سائنس ہم عربی کے ذریعے پڑھیں یا براہ راست زبانوں میں؟ ہم عربی تراجم کے ذریعے سے یہاں کے مسلمانوں کو پڑھانا حرام سمجھتے ہیں وہ سیدھا یورپ سے سمجھیں۔

خلق الموت والحیاۃ: اس آیت کی حضرت شیخ نے ایک سائنسی تشریح فرمائی جو یہ ہے:

لوہا جب تک اپنی صورت نوعیہ کا مالک ہے زندہ ہے، جب اس کی صورت نوعیہ اس سے چھین گئی۔ لیکن ذرے وہی باقی رہیں تو اسے ہم اس کی موت کہتے ہیں۔ دوسری حالت پہلی حالت کی ضد پیدا کرنے سے طاری ہوتی ہے اس لئے حیات اور موت دونوں کو خلق کہتے ہیں۔

نباتات: نباتات میں ظاہر ہے اس میں نشوونما ہے۔ بیج سے ایک چیز پیدا ہوتی ہے اور جب یہ صفتیں نباتات سے ختم ہو جائیں تو ہم اس کو اس کی موت سے تعبیر کریں گے اور چونکہ درخت کی موت ایک متضاد حالت پیدا کرنے سے پیدا ہوتی ہے اس لئے اسے خلق کہا جاتا ہے۔

حیوان اب حیوانات کو لو اس کی حیوانیت گم ہو جائے تو یہ اس کی موت ہے۔ حس وحرکت ارادی ختم ہوگئی تو یہ موت ہے۔ اس حس وحرکت کو ختم کرنے کے لئے ایک سبب پیدا کرنا پڑتا ہے اسی لئے اسے بھی خلق الموت کہہ سکتے ہیں۔

انسان : اب انسان کی موت وحیوۃ کو لو۔ انسان کا جثہ اور اس کے اندر نسمہ ہے جس وقت نسمہ جثہ سے الگ ہو جائے تو اسے موت سے تعبیر کرتے ہیں اور جدائی خاص اسباب کا نتیجہ ہوتا ہے ان اسباب کی تخلیق موت کی تخلیق ہے ۔

انسانی روح کو نسمہ ملا پھر جسم دیا گیا تاکہ یہ چند کمالات جو اس کے اندر مجمل تھے مفصل کرے اور اس تفصیل کے بعد اسی تفصیل کو اپنے اندر محفوظ رکھے۔ اگر ہو جائے تو اس نے انسانی پیدائش کا مقصد پورا کر دیا۔ کسی انسان کو جسم دیا گیا لیکن اس نے اپنے مجمل کمالات کو اپنے جسد کے ذریعے کامل نہیں کیا تو گویا اس نے انسانی پیدائش کا مقصد پورا نہیں کیا پہلے کو دوسرے کی نسبت "احسن عملاً" کہا جائے گا ۔

جو لوگ ناقص رہ جاتے ہیں، قدرت الٰہی ان کے ناقص رہنے پر خاموش نہیں رہتی بلکہ اس کے نقصان کی تکمیل کے اسباب پیدا کرتی رہتی ہے ، دنیا میں تکلیفیں پہنچتی رہتی ہیں اور وہ غلطی پر متنبہ ہوتا ہے، یا موت کے بعد مختلف طریقوں سے سزائیں ملتی ہیں تب وہ اپنی غلطی محسوس کرتا ہے اس کی انتہا اس میں ہو گی کہ وہ اپنی غلطیاں سمجھے اور اس کی تلافی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے جس دن یہ کرے گا اسی روز جہنم سے نکال دیا جائے گا اور اس کا حشر خصوصی ہو گا یعنی عام حشر سے پیچھے رہ گیا تو اس کا خاص قاعدہ بنا دیا جائے گا اس سے وہ ترقی کر کے امام نوع انسانی تک پہنچ جائے گا شرائع الٰہیہ میں ان خصوصی ترقیات کی کوئی بحث نہیں آتی اس لئے ظاہری علماء جو پورے عارف نہیں ہے وہ معاد کے متعلق اپنی معلومات کے اندر رہ کر چند غلط نظریات بنا لیتے ہیں اور اس سے جھگڑے پیدا کرتے رہتے ہیں ۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی حکمت کے مطابق انسان کی ترقی دو راستوں میں سے ایک راستے سے ہونا لازم ہے:

(۱) حجر بحت کی تکمیل سے : وہ تجلی الٰہی کے خادموں میں شامل ہو جائیں گے ۔ کامل انسان تو الگ الگ کامل ہو جاتے لیکن ناقص انسان کو ملا کر ایک کامل انسان بنایا جاتا ہے یہ موت کے بعد کی زندگی میں بنتا ہے موت تک ترقی کرنے کا سامان تمام انسانوں کے لئے موجود ہے۔

(۲) دوسرا راستہ یہ ہے کہ جس کے حجر بحت کی ترقی کامل نہیں ہو گی تو وہ دوسرے نمبر پر امام نوع میں منضم ہو جاتا ہے جہاں سے وہ نکلا تھا۔ امام نوع انسان خود حاملین عرش میں سے ہے ۔ تو اس کا تعلق تجلی اعظم کے ساتھ اس طرح پیدا ہو جاتا ہے جس طرح دوسرے لوگوں کا ۔